امیر شکیب ارسلان، جدید عربی ادب کا ایک نامور ادیب

مختصر حالاتِ زندگی

(۱)

(ابو النصر فارابی، ریسرچ اسکالر شعبہ عربی علی گڈھ)

امیر شکیب ارسلان کی پیدائش ۱۸۶۹ء میں ایک علمی گھرانے میں ہوئی۔[۱] خاندانِ ارسلان فخریہ کارناموں کی وجہ سے مجد و شرف کے ایک اعلیٰ منصب پر فائز تھا۔ اس خاندان کا سلسلہ نسب منذر بن نعمان سے جا ملتا ہے جس کی شان میں نابغہ ذبیانی نے اپنے مشہور قصائد کہے ہیں۔ اسلام کی آمد کے بعد اس خاندان نے بڑی بڑی جنگوں میں شرکت کرکے اپنی بہادری اور شجاعت کا سکہ جمایا، عباسی دورِ حکومت میں یہ خاندان لبنان میں آباد ہوگیا، اور پھر شویفات منتقل ہوگیا۔ جہاں شکیب کی پیدائش ہوتی ہے۔[۲]

۱۔ شکیب ارسلان نے اپنی پیدائش کا ذکر مختلف کتابوں میں کیا ہے، لیکن سنِ ہجری اور سنِ میلادی میں فرق کی وجہ سے اختلاف رونما ہوگیا ہے، شوقی و صداقۃ اربعین سنۃ میں انہوں نے لکھا ہے کہ ۱۸۹۰ء میں بیس (۲۰) اور اکیس (۲۱) سال کی عمر کے درمیان تھے۔ لیکن وہ اپنے دیوان میں لکھتے ہیں کہ ۱۸۸۶ء میں ان کی سولہ (۱۶) سال تھی۔ پھر اپنی کتاب جو رشید رضا کے متعلق ہے اس میں لکھتے ہیں کہ ۱۸۸۶ء میں ان کی عمر سترہ (۱۷) سال، اس طرح ان کی صحیح تاریخ پیدائش ۱۸۶۹ء یا ۱۸۷۰ء ہے۔

۲۔ الزہراء ج ۲، ۱۰ ص ۶۰۸۔

شکیب ارسلان کے والد محمود ارسلان کا شمار قوم کے ممتاز افراد میں ہوتا تھا۔ اپنی ذہانت فطانت، دور اندیشی، اصابت فکر اور علم و ادب سے محبت کی وجہ سے عوام و خواص دونوں میں یکساں مقبول تھے۔ حمود کے پانچ اولادیں ہوئیں، نسیب، شکیب، حسن، احمد، عادل، حمود نے اپنی پانچوں اولاد کی تعلیم و تربیت عربی انداز میں کی، جن میں سے تین کی شہرت علم و ادب کی وجہ سے ملک اور بیرونِ ملک میں وسیع پیمانے پر ہوئی۔ نسیب ارسلان نے اپنی شاعری اور انتظامی امور کی وجہ سے کافی شہرت پائی، ملک میں اونچے مناصب پر فائز ہوئے۔ ان کا دیوان "روض الشقیق" ہے، جس کو شکیب نے ترتیب اور تہذیب کے بعد شائع کرایا۔ امیر عادل ارسلان بھی ایک سلجھے ہوئے شاعر تھے، انہوں نے اپنے اشعار کے ذریعہ قوم کو بیدار کرنے اور استعماریت کے خلاف جہاد کرنے کے لئے اکسایا، انہوں نے خود بھی سوریہ کے انقلاب میں ایک نمایاں رول ادا کیا، اور دشمنوں کے خلاف مجاہدین کی قیادت بھی کی، اور کامیابی سے ہمکنار بھی ہوئے، اس کے بعد اونچے مناصب پر فائز ہوئے، وزارت اور سفارت دونوں فرائض کو انجام دیا، لیکن افسوس ہے کہ ان کے اشعار کا مجموعہ شائع نہ ہوسکا۔[۵۳] تیسرے امیر شکیب ارسلان ہیں جن کا تفصیلی ذکر ہم کریں گے۔

شکیب ارسلان کی پیدائش ۲۵ر دسمبر ۱۸۶۹ء میں ہوئی، جب پانچ سال کے ہوئے، تو والد نے تعلیم و تربیت کے لیے مرعی شاہین سلمان کو مقرر کیا، شکیب نے اپنی تعلیم کی بسم اللہ ان ہی سے پڑھی، ان کے بڑے بھائی نسیب جو عمر میں تقریباً ڈیڑھ سال بڑے تھے، لیکن تعلیمی مراحل دونوں نے ایک ساتھ طے کرنا شروع کیا، حسبِ معمول جب اُن کا گھرانہ گرمیاں گزارنے عین عنوب[۵۴] روانہ ہوا تو ان کے والد نے ایک دوسرے شخص نسیفل کو ان کا استاد مقرر کیا جو انہیں قرآن پڑھاتا، شکیب نے قرآن کے ایک حصے کو حفظ بھی کرلیا، اس کے بعد شکیب کو امریکیوں کے ایک مدرسہ "حارۃ المعروسیۃ" میں داخل کردیا گیا،

---

[۵۳] امیر شکیب ارسلان حیاتہٗ و آثارہٗ ص ۶۳

[۵۴] لبنان کا ایک خوبصورت اور سرسبز و شاداب گاؤں ہے، جہاں لوگ گرمیوں میں آتے جاتے ہیں۔

جہاں انہوں نے جغرافیہ، حساب اور انگریزی زبان کی مبادیات کا علم حاصل کیا، جب ان کی عمر دس سال کی ہوئی تو مطران یوسف دبس[ش] کے "المدرسۃ الحکمۃ" میں داخل کر دیا گیا، یہ مدرسہ اپنے دور کے مشہور مدارس میں شمار ہوتا تھا، اس مدرسہ میں انہوں نے زبان عربی کی تعلیم شیخ عبداللہ البستانی[ص] سے فرانسیسی زبان کی تعلیم شاکر عون[ع] سے اور ترکی کی عبدالسلام بک سے حاصل کی، ان تینوں زبانوں میں مہارت پیدا کی، اسی عمر میں شکیب کو عربی نثر و نظم سے تعلق پیدا ہوا، انہوں نے جاہلی شاعری بالخصوص معلقات اور مخضرمی شاعری کا گہرائی سے مطالعہ کیا، اور منتخب اشعار کو یاد بھی کر لیا، کچھ ہی دنوں بعد وہ اشعار بھی کہنے لگے جس میں تقلیدی رنگ غالب ہے، شکیب اور ان کے بڑے بھائی نسیب شاعری میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے لگے لیکن نسیب، شکیب اور مدرسے کے تمام لڑکوں کے مقابلے میں شعری میدان میں آگے بڑھ گئے۔ اور شکیب کو دوسرے نمبر پر چھوڑ دیا۔ شکیب نثر نگاری میں نسیب سمیت تمام لڑکوں سے آگے بڑھ گئے اور بچپنے ہی میں ان کے بڑے پن کے آثار نمایاں ہونا شروع ہو گئے، جب شیخ محمد عبدہ نے "مدرسۃ الحکمۃ" کی زیارت کی تو مدرسہ کے بہترین طالب علم کی حیثیت سے شکیب کو ان کے سامنے پیش کیا گیا، تو شیخ محمد عبدہ نے برجستہ کہا کہ "میں آپ کا نام سن چکا ہوں، آپ مستقبل میں بڑے شاعر کی حیثیت سے متعارف

ش: مطران یوسف دبس (۱۸۳[illegible] - ۱۹۰۷ء) سریانی، لاطینی اور اطالوی زبانوں میں مہارت کے علاوہ علوم منطق اور الہیات میں ید طولیٰ رکھتے تھے، منطق، فلسفہ اور تاریخ پر انہوں نے بے شمار کتابیں تصنیف کی ہیں۔

ص: بستانی اپنے دور کے مشہور شاعر، لغوی، نحوی اور تاریخ نگار تھے۔ ان کی کتابیں ان کے وسعتِ مطالعہ اور دقتِ نگاہ کی غماز ہیں۔ بستانی کی شخصیت کی تفصیلی واقفیت کے لئے ملاحظہ ہو، رواد النہضۃ الادبیۃ، مارون عبود ص ۱۷۹، سرکیس کی معجم المطبوعات ص ۵۶۰۔

ع: شاکر کی پیدائش ۱۸۴۹ء میں ہوئی۔ انہوں نے فرانسیسی زبان کی تعلیم فرانس میں حاصل کی اور اس پر مکمل قدرت رکھتے تھے۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر کتابیں اور مقالات لکھے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الآداب العربیۃ فی الربع الاول من القرن العشرین ص ۱۱۹۔

ہوں گے، لڑکپن میں وقت کے ایک بڑے شخص کی شہادت حقیقت کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اور زمانے کی آنکھوں نے دیکھا کہ شیخ نے جو کچھ فرمایا وہ سچ ثابت ہو کر رہا۔

۱۸۸۷ء میں جب شکیب کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو اپنے بھائی نسیب کے ساتھ ان کو بیروت کے "المدرسۃ السلطانیہ" میں داخل کر دیا گیا۔ وہاں انہوں نے ترکی اور فقہ کی تعلیم حاصل کی، ساتھ ہی شیخ محمد عبدہٗ کے درس میں بھی شرکت کی، شیخ محمد عبدہٗ شکیب سے ان کی ذہانت و فطانت کی وجہ سے غیر معمولی لگاؤ رکھتے تھے۔ شیخ نے شکیب کے والد سے خود کہا کہ میں نے اپنی زندگی میں اس سے ذہین لڑکا نہیں دیکھا۔ شیخ محمد عبدہٗ کی مجالس، مذاکروں اور ارشادات کا شکیب کی شخصیت پر بہت گہرا اثر پڑا، شیخ کی سیرت و کردار، اخلاق و عادات اور اصلاحی اور تعلیمی نظریات کو حتیٰ کہ ان کی تحریروں کو شکیب نے اپنی زندگی کا آئیڈیل بنا لیا، نتیجۃً اسی نہج اور طریقے پر سوچنے لگے قوم کی خدمت اور اصلاح کو اپنا شعار بنالیا، اور اسی کے تحت مقالات لکھنے اور شاعری کرنے کا سلسلہ جاری کیا، ان کے مقالات اور شاعری کم سنی کے باوجود بڑے اخبارات و جرائد کی زینت بننے لگے۔ لیکن شیخ محمد عبدہٗ کے جانے اور والد کے انتقال کی وجہ سے بیروت میں وہ تنہائی محسوس کرنے لگے یہی وجہ ہے کہ ۱۸۹۰ء میں سرزمین بیروت کو خیرآباد کہہ کر مصر آجاتے ہیں اور اسی کے ساتھ ان کی زندگی کا پہلا مرحلہ تعلیم و تربیت کا بھی ختم ہوجاتا ہے۔[۵]

شکیب کی زندگی کا دوسرا مرحلہ اس وقت شروع ہوتا ہے جبکہ وہ اکیس[۲۱] سال کی عمر میں مصر کے لئے روانہ ہوجاتے ہیں۔ سات ماہ وہ اسکندریہ میں قیام کرتے ہیں اس کے بعد قاہرہ آتے ہیں۔ اور شیخ محمد عبدہٗ کی صحبت اختیار کرتے ہیں، شیخ کی مجالس میں وقت کے بڑے بڑے ادبار، شعرار سیاسی اور اصلاحی زعمار شریک ہوتے ہیں اور مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے تھے، جن میں سعد زغلول، شیخ علی یوسف، زکی پاشا، قابل ذکر ہیں۔ شکیب کی ادبی، سیاسی اور ثقافتی زندگی پر ان مجالس کے گہرے اثرات

۵۔ محاضرات عن شکیب ارسلان ص ۶۹۔

مرتب ہوئے، جہیں انہیں جمال الدین افغانی کے پیغام کو گہرائی سے سمجھنے اور اس کی صداقت پر کامل یقین حاصل ہوا، ساتھ ہی ان کے اسلام، خلافت اور عرب کے جذبے کو فروغ حاصل ہوا اور استعماریت کے خلاف جنگ کرنے کا حوصلہ ملا، اس کے بعد یورپ چلے جاتے ہیں۔ اور وہاں سے ۱۸۹۲ء میں آستانہ آتے ہیں اور سید جمال الدین افغانی سے ملاقات کرتے ہیں اور اپنے یورپ کے مشاہدات مستقبل کی پلاننگ اور استعماریت کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہیں، افغانی ان کے مشاہدات اور تاثرات سے غیر معمولی متاثر ہوتے ہیں۔[۵۹] عثمانی حکومت مسلمان مصلحین اور مفکرین کے درمیان مختلف فیہ تھی۔ لیکن افغانی اور محمد عبدہ اس کی بہت سی خامیوں کے باوجود اسلامی حکومت اور خلافت کی وجہ سے اس کی تائید کرتے تھے، اسی وجہ سے شکیب بھی اس کے حامی تھے اس کے برعکس اول الذکر دونوں بزرگوں کے حلقے کے بہت سے لوگ اس کے سخت مخالفین میں بھی تھے، جن میں رشید رضا اور عبدالرحمٰن کواکبی پیش پیش تھے۔ لیکن رشید رضا سے اس نظریاتی اختلاف کے باوجود بہت سے امور میں فکری یکسانیت کی وجہ سے تاحیات گہرے روابط برقرار رہے۔[۶۰] شکیب مغربی استعماریت اور عیسائی مشنریوں کے بالمقابل عثمانی حکومت ترجیح دیتے تھے، کیونکہ عثمانی حکومت ہی مغربی استعماریت کے توسیع پسندانہ عزائم اور مشرقی کو غلام کی خواہش کے درمیان سب سے بڑی رکاوٹ تھی، یہی وجہ ہے کہ مغربی استعماریت نے سب سے پہلے اپنے پروپیگنڈوں اور ہتھکنڈوں کا سہارا لیا جس سے ترک اور عربوں کے درمیان خلیج واقع ہو جائے، تاکہ ان کی آپسی چپقلش سے فائدہ اٹھا کر ان کو

۵۹۔ افغانی نے اپنے تاثر کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے " أهنئ هذه الأرض الإسلامية التي انبتتك " میں اس اسلامی سرزمین کو مبارکباد دیتا ہوں جس نے تم جیسے شخص کو جنم دیا، محاضرات ص شکیب ارسلان ص ۷۰۔

۶۰۔ شکیب نے رشید رضا سے اپنے تعلقات اور محبت کا اظہار اپنی کتاب "السید رشید رضا او اخاء اربعین سنۃ" میں تفصیل سے کیا ہے۔

اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے کا موقع مل جائے۔ ان کے اس اوچھے پروپیگنڈوں سے اچھے خاصے لوگ بھی گمراہ ہوگئے تھے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ خود مسلمان مسلمان سے دست بگریباں ہوگئے لیکن شکیب مغرب کے ان مکروہ عزائم سے اچھی طرح باخبر تھے، اور برابر قوم کو ان سے باخبر رکھنے کی کوشش کرتے، لیکن جب صورت حال میں شدت آگئی بالخصوص پہلی جنگ عظیم کے بعد اور ترکوں نے بھی یہ سمجھ لیا کہ عرب ہمارے مقابلے میں مغربی قوتوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ تو انھوں نے بھی عربوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی، اس آپسی جنگ کا فائدہ مغربی قوتوں کو پہونچایا اور ان کو شرق میں عمل دخل بڑھانے کے مواقع فراہم ہوگئے۔ شکیب جس طوفان سے ڈرتے تھے وہی ان کے آنگن میں آگیا نتیجۃً ان کے ارادے مضمحل اور ان کا دل ٹوٹ کر رہ گیا[11] اور اسی کے ساتھ ان کی زندگی کا دوسرا مرحلہ ختم ہوجاتا ہے، شکیب کی عمر کا یہ مرحلہ سیاسی تجربات کا ہے جس میں بیس سال کی عمر سے پچاس سال کی عمر کا قیمتی عرصہ صرف ہوا، اس مدت میں انھوں نے سیاسی خلفشار اور پراگندگی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، انھوں نے عثمانی حکومت کے زیر سایہ مسلمانوں کو متحد کرنے کی کوشش کی، لیکن ان کو اس میں شدید ناکامی کا سامنا کرنا پڑا، اس کے باوجود ان کے موقف میں تبدیلی واقع نہ ہوئی بلکہ وہ مقالات اور تقریروں کے ذریعہ برابر اس کی وضاحت قوم کے سامنے کرتے رہے[12]۔

شکیب کی زندگی کا تیسرا مرحلہ اس وقت شروع ہوا جب سوریہ میں جمال سفاح عثمانیوں کی طرف سے والی مقرر ہوا تھا، اس سے کچھ خیر کی امید تھی مگر اس کے برخلاف اس نے ایسی پالیسی بنائی جس سے ملک بدعنوانی، فتنہ و فساد، قتل و غارت گری کا گہوارہ بن گیا جس سے پریشان ہوکر شکیب جرمنی حکومت کی دعوت پر جرمنی چلے گئے، اور وہاں سے عرب قوم کی حمایت میں مقالات لکھنا شروع کیا، اسی کے پیش نظر انھوں نے ماسکو کا دورہ کیا کہ وہاں کے جدید انقلاب[13] کا مشاہدہ کیا جائے۔ اور اگر ممکن ہوسکے تو اس جدید حکومت

۱۱۔ محاضرات عن شکیب ارسلان ص ۔ ۴۷ ۔

۱۲۔ محاضرات عن شکیب ارسلان ص ۴۸ ۔

۱۳۔ ۱۹۱۷ء میں روس میں سرخ انقلاب آیا اسی کی طرف اشارہ ہے۔

سے عربوں کے کاز کی حمایت کے سلسلے میں گفتگو کی جاتے۔ ماسکو میں شکیب نے مسلمان لیڈروں کے ساتھ ساتھ وہاں کے ادباء و شعراء سے بھی ملاقات کی۔ لیکن وہاں کے دورے سے ان کے مقاصد کو کوئی فائدہ نہیں پہونچا[۱۶] جرمن میں دوران قیام ہی فتنہ گردوں نے ان کے خلاف یہ پروپگنڈہ شروع کیا کہ وہ نازیوں کے ایجنٹ ہیں، ان سے پیسہ حاصل کرتے ہیں، اور عربوں میں ان کا .. پروپگنڈہ کرتے ہیں[۱۷]۔ جب یہ صورت حال ان کے گھر کے لوگوں کو معلوم ہوئی تو وہ بہت پریشان ہوئے اور ان کے بڑے بھائی نسیب نے ان کے پاس خط لکھا کہ وہ گھر چلے آئیں، مگر شکیب کے ملک پر فرانسیسی قابض تھے۔ جو حریت پسند عربوں سے انتقام لے رہے تھے اور شکیب چونکہ ان کے اولین قائدین میں سے تھے۔ اس وجہ سے ان کو فرانسیسی حکومت سے زیادہ خطرہ تھا۔ اس لئے وہ گھر واپس نہیں آئے۔ ایک لمبی مدت سے شکیب کی ملاقات اہل خاندان سے نہیں ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ خاصے پریشان تھے، بالخصوص والدہ محترمہ کی محبت اور شوق نے ان کو ملک جانے پر آمادہ کر رہا تھا۔ بالآخر وہ سوریا میں نہیں داخل ہوئے لیکن اس کے پڑوس مرسینا میں قیام پذیر ہوگئے۔ اس جگہ قیام کا مقصد صرف یہ تھا کہ والدہ سے برابر ملاقات ہوتی رہے، کیونکہ وہ ضعیف العمری کی وجہ سے یورپ کا طویل سفر کرنے سے قاصر تھیں۔[۱۸]

شکیب ارسلان نے عمر کے اس مرحلے میں یورو پی کا ادب کا گہرائی سے مطالعہ کیا، اور ساتھ ہی مختلف کتابوں کا ترجمہ بھی کیا جس میں "آخر بنی سراج" اور "حاضر العالم الاسلامی" قابل ذکر ہیں۔ ترجمانی شکیب کے اسلوب بیان میں پختگی عظمت اور قوت کا احساس ہوتا ہے،

حواشی

۱۶:۔ حاضر العالم الاسلامی ج ۲ ص ۲۸۶۔

۱۷:۔ مجلۃ الکتاب ۱۹۴۸ء کا شمارہ ص ۳۷۹۔

۱۸:۔ شکیب کے بھائی کے خط اور شکیب کے جواب کی تفصیل کے لئے دیکھئے، ذکری شکیب ص ۳۲۸۔

۱۹:۔ روض الشقیق فی جزل الرقیق ص ۲۶۔

ان کے بیان کی شیرینی اور لطافت ان کے اسلوب کے ساتھ مخصوص ہے، ان کے معاصرین میں دی ان کا اس صنعت میں ہم رکاب نہیں، اسی اسلوب بیان اور طرز نگارش کی وجہ سے ان کو امیر میر البیان کا خطاب بھی ملا، اور کرد علی نے جب المجمع العلمی العربی کے مجلّہ کا اجراء کیا تو اس میں شکیب کو رکن کی حیثیت سے شامل کیا جو اس وقت کافی اعزاز کی چیز تھی، اسی کے ساتھ ان کی زندگی کا تیسرا مرحلہ ختم ہو جاتا ہے۔

شکیب کی زندگی کا آخری مرحلہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب ۱۹۲۵ء میں شکیب مرسین سے جب جنیوا منتقل ہو جاتے ہیں اس کی وجہ وہ یہ بتاتے ہیں کہ "جب اقوام متحدہ میں سوریہ کا یہ مسئلہ زیر بحث آیا تو میرا سیوزرلینڈ میں رہنا ضروری ہو گیا اور میرے ہم وطن بالخصوص جو امریکہ میں تھے ان کا بھی اسی بات پر اصرار تھا، دوسرے والدہ محترمہ سے جو میری ملاقات کی تمنا تھی وہ پوری ہو گئی، لیکن نسیب بھائی سے ملاقات نہ ہو سکی، کیونکہ سوریہ کے سیاسی حالات ایسے نہ تھے کہ میں اس میں داخل ہوتا"[۱۹]

شکیب ارسلان پہلے شخص ہیں جنہوں نے جنیوا کو مرکز بنا کر یورپ میں عربوں کی آزادی بالخصوص اپنے مادر وطن کو غیر ملکی تسلط سے آزاد کرانے کی جدوجہد کا آغاز کیا، فرانس کے اخبارات وجرائد میں علانیہ عربوں کے کاز کی وضاحت اور فرانسیسیوں کے ظلم وستم کی داستان بڑے زور شور سے شائع کروا رہے تھے، مختلف مجالس اور محفلوں میں مذاکروں اور مباحثوں میں اسی موضوع کو منتخب کرتے۔ اور فرانسیسیوں کی کارستانی۔ ریشہ دوانیوں اور اور ان کے ظلم وستم کو سناتے، نتیجہ یہ ہوا کہ پورے یورپ میں مشرق وسطی کا مسئلہ پوری وضاحت کے ساتھ آ گیا۔ اور لوگ یک گونہ عربوں سے ہمدردی کا رویہ بھی اپنانے لگے[۲۰]

عربوں کے کاز کے لیے شکیب کی اس مخلصانہ جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ صرف مغرب بلکہ مشرق میں بھی یہ بات مسلّم ہو گئی، کہ شکیب کی جدوجہد کسی ذاتی منفعت کے حصول

۱۹: روض الشقیق فی جزل الرقیق ص ۲۰ -

۲۰:- محاضرات عن شکیب ارسلان ص ۸۸ .

کے بجائے اسلام اور عربوں سے ان کی ذاتی خلوص ومحبت کی دلیل ہے۔

شکیب نے عربیت اور عرب قوم کی جس اعلیٰ پیمانے پر حمایت کی ہے اس کی مثال ان کے معاصرین میں ملنی بہت مشکل ہے، ان کے افکار ونظریات، تحریر وتخلیق اور حرکات وسکنات ہر جگہ اس چیز کی جھلک دکھائی دیتی ہے[۲۱]۔ شکیب کا کہنا ہے کہ عربیہ تشخص اور ثقافت کی بقا کے لئے ناگزیر ہے ہر طرح کے اختلاط اور اثرات سے اس کی محافظت کی جائے، فرنگی رسم ورواج، عادات وتقالید سے پورے طور پر محفوظ ہو جائے، ہاں ان کی مفید اور کارآمد چیزوں سے حتی الامکان استفادہ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ان کا کہنا ہے کہ پوری دنیا اپنے تشخص اور انفرادیت کی بقاء کے لئے کوشاں ہے، انگریز، فرانسیسی، جرمنی، اطالوی، روسی طرز غرضیکہ دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک اپنی تہذیب وتمدن اور تشخص کی بقاء اور محافظت چاہتے ہیں تو دنیا آخر عرب اس میدان میں کیوں پیچھے رہیں[۲۲]۔

ڈاکٹر محمد راشد صاحب ندوی نے مختصر الفاظ میں شکیب کے نظریہ عرب قومیت کی بہت جامع تعریف کی ہے۔ شکیب ارسلان نے قومیت کو صرف سیاسی مسئلہ بنا کر نہیں پیش کیا بلکہ ان کے یہاں قومیت کا ایک بڑا وسیع تصور تھا۔ جس میں سیاست صرف ایک جزو کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن اصل چیز جس پر انہوں نے زیادہ زور دیا وہ فکر ونظر اور ادب وتہذیب ہے کیونکہ انہیں چیزوں سے قومیت میں جان پڑے گی اور وسعت پیدا ہوگی۔ انہوں نے ان لوگوں کی بڑی شدت سے مخالفت کی جو قومیت کے نام پر مذہب سے بیزاری پیدا کرنا چاہتے ہیں، اور مذہب کے نام پر نفرت کا جذبہ پیدا کرنے کے معنی یہ ہوئے کہ ہم اپنی تہذیب کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔[۲۳]

شکیب ارسلان نے لگ بھگ اسی[۸۰] سال کی عمر پائی اور ساٹھ[۶۰] سال تک مسلسل

۲۱۔ مجلۃ العرفان، صفر ۱۳۶۶ھ۔

۲۲۔ لماذا تاخر المسلمون ص ۷۸، ۸۲

۲۳۔ اسلام اور عصر جدید ۱۹۷۲ء ص ۸۲

ان کا شغل تقریروں و تحریر، تصنیف و تالیف اور شعر گوئی سے رہا۔ اس مدت میں انہوں نے ہزاروں مضامین لکھا اور بے شمار کتابوں پر حواشی اور تعلیقات لکھا، اور بذات خود بہت سی کتابوں کو تصنیف کیا۔

شکیب کی پوری زندگی فکری جہاد کے ساتھ عملی جہاد میں گزری، ان کی اکیلی شخصیت نے اسلام اور عربوں کے لئے جو اہم کام کئے ہیں اس کا ہم پلہ پوری ایک جماعت کا کام نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر خداداد صلاحیت اور غیر معمولی ہمت اور لگن تھی۔ شکیب کا حافظہ بھی موہوبی تھا جو کچھ پڑھتے اس کو ہضم کر لیتے اور اپنی طبعی ذہانت کی وجہ سے نتیجے تک بآسانی پہونچ جاتے، شکیب کے دوست رفائیل نخلی نے عبدالواسع یمنی کی کتاب "تاریخ الیمن" مرتب کرکے جب شکیب کی خدمت میں پیش کی تو شکیب نے بہت سی جگہوں کی اصلاح فی الفور اپنے حافظے کی بنیاد پر کردی۔[24]

عبدالعزیز عزت کا کہنا ہے کہ میں نے شکیب سے زیادہ عالم اسلام، عربوں کے امور اور تاریخ اسلام پر نظر رکھنے والا نہیں دیکھا۔[25]

شکیب اپنے بارے میں خود کہتے ہیں کہ مطالعہ اور علمی انہماک سے زیادہ مجھے روئے زمین پر کوئی دوسری چیز محبوب نہیں ہے، ایک ظریف کا کہنا تھا کہ میں انگور سے کبھی شکم سیر نہیں ہوتا خواہ میرے شکم میں تکلیف ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح میں مطالعہ سے کبھی شکم سیر نہیں ہوتا خواہ میری آنکھوں میں جلن ہی کیوں نہ ہو۔[26]

اس غیر معمولی مطالعہ اور علمی مشغولیت کا نتیجہ تھا کہ وہ علوم و فنون اور تاریخ پر بہت گہری نظر رکھتے تھے، اگر کوئی شخص حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرتا یا تاریخی بددیانتی کا شکار ہوتا تو وہ اس کی گرفت فوراً کرتے اور حقائق سے اس کو بہرہ ور کرتے

۲۴۔ مجلة الکتاب ۱۹۴۷ء ص ۵۷۲۔

۲۵۔ مجلة الکتاب ۱۹۴۷ء ص ۴۵۱۔

۲۶۔ ذکری الامیر شکیب ارسلان ص ۲۴۔

شکیب ارسلان استعمار سے کسی قسم کی مصلحت کوشی کو ناروا سمجھتے تھے۔ اس نظریے کا حامی ان کا کوئی دشمن یا قریبی دوست ہو اس پر سخت تنقید کرتے "السیاسۃ" نامی پرچے میں جب ان کے کسی دوست نے یہ لکھا کہ بہترین طریقہ مصلحین اور تحریک آزادی کے حامیوں کے لئے یہ ہے کہ وہ متعلقہ اجنبی اور استعماری حکومت سے صلح و صفائی کریں۔ تو اس پر شکیب بہت خفا ہوئے، اور انہوں نے "السیاسۃ" میں اس کے خلاف احتجاج بلند کیا۔

شکیب مناصب اور عہدوں سے بے نیاز تھے، عثمانی حکومت کے ساتھ ساتھ سعودی فرمانروا عبدالعزیز بن سعود سے بھی خوشگوار تعلقات تھے دونوں حکومتوں نے انہیں اپنی پسند کے عہدے و مناصب کی پیشکش کی لیکن انہوں نے ان سب کو ٹھکرا دیا۔

شکیب دوستوں سے ہمیشہ حسن ظن رکھتے تھے، لیکن اوقات ایسے امور وقوع پذیر ہو جاتے جو بدظنی کا سبب بنتے مگر شکیب کا دل ان سے مکدر نہیں ہوتا تھا، اولیاء اللہ کے کرامات پر بھی شکیب کا ایمان ویقین تھا، شیخ علی عمری کے کرامات پر یقین رکھتے تھے، شکیب خشک مزاج نہ تھے۔ بلکہ ذہن و دماغ کے لحاظ سے کشت زعفران تھے، وہ نثر و نظم دونوں میں طنز و مزاح کے ایسے تیر و نشتر چلاتے جس سے دل زخمی نہیں ہوتے تھے۔ مگر وجدان و شعور کو طرب انگیز اور فرحت آمیز کر دیتے تھے۔ اپنے دوستوں میں زکی پاشا اور شوقی کے پاس ایسے خطوط لکھے ہیں جن میں طنزیہ اور مزاحیہ فقرے بے شمار ہیں۔ لیکن ان کا طنز و مزاح صرف تفریح طبع اور تفنن ذوق ہی کے نہیں ہے بلکہ اس میں حکمت کے بے شمار موتی بھی ملتے ہیں۔[37]

---

[37] ۱۰۔ شوقی او صداقۃ اربعین سنۃ" ص، ۸۱